S-2002-1-676-682

عدالت عظمیٰ رپوٹس 2002 ایس یو پی پی 1 ایس سی آر

اسٹیٹ بذریعے سی بی آئی
بنام۔
ڈاکٹر نارائن ورمن نیروکر اور دیگر

26 اگست 2002

ڈوریسوامی راجو اور اریجیت پسیات، جسٹسز۔

فوجداری ضابطہ، 1973:

دفعہ 482:

کارروائی میں تاخیر کی بنیاد پر فوجداری کارروائی کو کالعدم قرار دینا-کا جواز-منعقد کیا گیا، اس بات پر غور کیے بغیر کارروائی کو کالعدم قرار دینا کہ آیا توسیع ملزم کے ذریعے اپنائے گئے تاخیر کے ہتھکنڈوں، گواہوں کی تعداد، دکھائے جانے والے دستاویزات کی مقدار، تحقیقات کے تحت جرم کی نوعیت اور پیچیدگی کی وجہ سے تھی، جائز نہیں ہوگا -دفعات 309، 311 اور 258-آئین ہند 1950-آرٹیکل 21۔

عمل اور طریقہ کار:

کسی خاص توضیع اطلاق-عدالت عالیہ کے ذریعے اس کا تعین-منعقد کیا جاتا ہے، عام طور پر اس پہلو کا فیصلہ ٹرائل کورٹ پر چھوڑ دیا جاتا ہے-عدالت عالیہ دفعہ 482 سی آر پی سی کے تحت اپنے دائرہ اختیار میں موجود حقائق پر لاگو دفعات کے بارے میں نتیجے پر پہنچ سکتی ہے۔ جہاں حقائق کے پہلو اور لاگو قانون واضح ہیں-جرم کی پیچیدہ نوعیت کو عدالتوں کو سوال میں جانے سے روکنا چاہیے۔

جواب دہندہ نمبر 1 پر آفیشل سیکرٹ ایکٹ 1923 دفعات 3 اور 5 اور آئی پی سی دفعات 120-بی کے تحت جرائم کے لیے مقدمہ چلایا گیا۔انہوں نے ٹرائل کورٹ کی طرف سے کارروائی کے اختتام میں تاخیر کی وجہ سے کارروائی کو کالعدم قرار دینے کے لیے دفعہ 482 سی آر پی سی کے تحت عدالت عالیہ سے رجوع کیا۔

عدالت عالیہ نے اس بنیاد پر کارروائی کو کالعدم قرار دے دیا کہ کارروائی میں غیر ضروری تاخیر ہوئی تھی۔اس نے مؤقف اختیار کیا کہ جواب دہندہ کے فوری سماعت کے حق کی خلاف ورزی کی گئی ہے اور پورے بھارت میں پھیلے تقریبا 100 گواہوں سے پوچھ گچھ کی جانی تھی جو تاخیر کا جواز پیش کرنے کے لیے متعلقہ بنیاد نہیں تھی۔اس نے یہ بھی کہا کہ مبینہ جرم کے

لیے زیادہ سے زیادہ سزا 3 سال ہوگی۔

اس عدالت میں اپیل میں اپیل کنندہ ریاست نے دعوی کیا کہ یہ عالمگیر اطلاق کا قاعدہ نہیں ہے کہ جب بھی تاخیر ہو، اس کا جواز جو بھی ہو، کارروائی کو کالعدم قرار دیا جائے؛ کہ عدالت عالیہ کے سامنے اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے کوئی مواد موجود نہیں ہے کہ جرائم کے لیے زیادہ سے زیادہ سزا 3 سال تھی نہ کہ 15 سال۔

اپیل کی اجازت دینا اور معاملہ عدالت عالیہ کو بھیجنا، عدالت

منعقد: .1 تاخیر کے سوال پر غور کرتے ہوئے عدالت کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ آیا توسیع ملزم کی طرف سے اپنائے گئے کسی تاخیر کے ہتھکنڈوں اور دیگر متعلقہ پہلوؤں کی وجہ سے تھی جس نے تاخیر میں حصہ لیا۔ جانچ پڑتال شدہ گواہوں کی تعداد، نمائش کے لیے ممکنہ دستاویزات کا حجم، جرم کی نوعیت اور پیچیدگی جس کی تحقیقات یا عدالتی فیصلہ زیر سماعت ہے، کچھ متعلقہ عوامل ہیں۔ ایسے معاملات میں عالمگیر اطلاق کا کوئی تجرباتی فارمولا نہیں ہوسکتا۔ ہر مقدمے کا فیصلہ اس کے اپنے پس منظر اور اگر کوئی ہو تو خصوصی خصوصیات میں کیا جانا چاہیے۔ کوئی عمومی کاری ممکن نہیں ہے اور اسے کیا جانا چاہیے۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی ہوگی کہ فوجداری عدالتیں فوری سماعت کے حق کو مؤثر بنانے کے لیے دفعات 309، 311 اور 258 کے تحت دستیاب اختیارات کا استعمال کرتی ہیں۔ عدالت عالیہ نے کارروائی کو کالعدم قرار دیتے ہوئے ان پہلوؤں پر غور نہیں کیا ہے۔ اس لحاظ سے چیلنج کے تحت فیصلے کو خراب کیا جاتا ہے۔ (681-ای، ایف، جی، ایچ)

پی رام چندر راؤ بنام ریاست کرناٹک، جے ٹی 2002 (4) ایس سی 92، اس کے بعد آیا۔

" کامن کاز ایک رجسٹرڈ سوسائٹی، "بذریعے اپنے ڈائریکٹر دیگران بنام یونین آف انڈیا اور دیگر (1996) 4 ایس سی سی 33؛" کامن کاز" ایک رجسٹرڈ سوسائٹی، بذریعے اپنے ڈائریکٹر دیگران یونین آف انڈیا اور دیگر (1996) 6 ایس سی سی 775؛ عبدالرحمٰن انتولے اور دیگر بنام آر ایس نائک اورانر، (1992) 1 ایس سی سی 225؛ راج دیو شرما بنام ریاست بہار، جے ٹی (1999) 7 ایس سی 317 اور راج دیو شرما (II) بنام ریاست بہار، جے ٹی (1999) 7 ایس سی 317 کا حوالہ دیا گیا ہے۔

.2 اس سوال سے نمٹتے ہوئے کہ مقدمے پر لاگو مناسب توضیع بارے میں، عدالت عالیہ زیادہ سے زیادہ سزا کے بارے میں ایک قطعی نتیجے پر پہنچی ہے۔ عام طور پر، ان پہلوؤں کا فیصلہ ٹرائل کورٹ پر چھوڑنا ہوتا ہے۔ یہ درست ہے کہ عدالت، کسی دیئے گئے معاملے میں، جہاں حقائق کے پہلو اور قابل اطلاق قانون واضح ہیں، حقائق پر لاگو ہونے والی توضیع بارے میں نتیجے پر پہنچ سکتی ہے۔ لیکن اس طرح کے نتیجے پر پہنچنے کے لیے حقیقت پسندانہ موقف واضح ہونا چاہیے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حقیقت پسندانہ منظرنامے پر کسی خاص توضیع اطلاق کے بارے میں موجود ہونا چاہیے۔ کسی توضیع اطلاق کے سوال میں جاتے وقت جرم کی پیچیدہ نوعیت عدالتوں کے لیے رکاوٹ ہونی چاہیے۔ (681-ایچ؛ 682-اے-بی)

.3 عدالت عالیہ کا فیصلہ کالعدم قرار دیا جاتا ہے اور معاملہ واپس عدالت عالیہ کو بھیج دیا جاتا ہے، جو معاملے کی نئے سرے سے سماعت کرے گا، فریقین کو متعلقہ مواد فائل کرنے اور قانون کے مطابق نیا فیصلہ لینے کی اجازت دے

گا۔(682-بی)

فوجداری اپیلٹ کا دائرہ اختیار:2002 کی فوجداری اپیل نمبر 858۔

2000 کے نمبر 40 میں دہلی عدالت عالیہ کے 30.5.2001 کے فیصلے اور حکم سے۔

ہریش این سالوی، سالیسیٹر جنرل، راجیو شرما اور پی پر میشورن، اپیل گزاروں کی طرف سے۔

جواب دہندگان کے لیے کے راما مورتی، امیت چڈھا، محترمہ شوبھا اور این ایل گنپتی۔

عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

اریجیت پسیات، جسٹس: اجازت دی گئی۔

اس اپیل میں چیلنج دہلی عدالت عالیہ کے ڈویژن بنچ کے فیصلے کو ہے جس کے تحت جواب دہندہ نمبر 1 کے خلاف کارروائی مسترد کر دی گی، بنیادی طور پر اس بنیاد پر کہ عدالت کے ذریعے مقدمے کی سماعت کے اختتام میں غیر ضروری تاخیر ہوئی تھی۔ ریلائنس کو اس عدالت کے ایک فیصلے پر رکھا گیا تھا" کامن کاز "ایک رجسٹرڈ سوسائٹی کے بذریعے اس کے ڈائریکٹر بنام یونین آف انڈا ای اور دیگر، (1996) 4 ایس سی سی 33 جیسا کہ " کامن کاز "ایک رجسٹرڈ سوسائٹی میں اس کے ڈائریکٹر بنام یونین آف انڈیا اور دیگر، (1996) 6 ایس سی سی 775 کے بذریعے ترمیم کی گئی تھی۔ حقیقت پسندانہ پہلوؤں کا ایک مختصر حوالہ کافی ہوگا۔

استغاثہ کے مطابق، جواب دہندہ نمبر 1 آفیشل سیکرٹ ایکٹ 1923 کی دفعہ 3 اور 5 (مختصر طور پر 'سیکرٹ ایکٹ') اور بھارتیہ تعزراتی ضابطہ 1860 کی دفعہ 120-بی (مختصر طور پر 'آئی پی سی') کے تحت کیے گئے جرائم کو مذکورہ بالا دفعات کے ساتھ پڑھا گیا۔ چیف میٹروپولیٹن مجسٹریٹ نے اپنے تاریخ کے 16.8.1999 کے حکم سے نوٹس لیا اور جواب دہندہ نمبر 1 یہاں سمیت ملزم افراد کے خلاف کارروائی جاری کی۔ جواب دہندہ نمبر 1 چیف میٹروپولیٹن مجسٹریٹ کے نوٹس کے خلاف حکم منظور کرنے کے مجموعہ ضابطہ، 1973 (مختصر طور پر 'Cr.PC') کی دفعہ 482 کے تحت عدالت عالیہ سے رجوع کیا۔ عدالت عالیہ نے دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ اس بنیاد پر کارروائی کو کالعدم قرار دے دیا کہ کارروائی میں غیر ضروری تاخیر ہوئی ہے۔ عدالت عالیہ کے سامنے استغاثہ کا موقف یہ تھا کہ معاملہ بہت سنگین نوعیت کا ہے اور جواب دہندہ نمبر 1, جو متعلقہ وقت میں الیکٹرانکس کے محکمے، حکومت بھارت میں مشیر تھے، نے ایک حساس خفیہ دستاویز کی ایک کاپی پیش کی جس کا نام " آر اے ٹی اے سی-ایس بیٹل فیلڈ سرویلنس ریڈار (بی ایف ایس آر) فیز-1 پر یوزر ایویلیوایشن ٹرائل رپورٹ " تھا، جس کا جائزہ فوجی حکام کے ذریعہ فوجی حکام کے ذریعہ مطلوبہ مخصوص پیرامیٹر کے حوالے سے کیا جا رہا تھا اور اسے کوریئر سروس کے بذریعے پیرس، فرانس کے ایک ماہر کو بھیجا گیا تھا، جس نے اسے پولیس کے نوٹس میں لایا۔ اس طرح اس معاملے میں ایسے جرائم شامل تھے جو ریاست کی سلامتی سے متعلق تھے۔ بڑی تعداد میں دستاویزات کی نمائش کی جانی تھی۔ کوئی غیر معمولی تاخیر نہیں ہوئی۔ لیکن عدالت عالیہ نے اسے قبول نہیں کیا۔ اس عدالت کے فیصلے پر انحصار کرنا عبدل رحمان انتولے اور دیگران بنام. آر ایس نائک اور این آر، (1992) 1 ایس سی سی 225، یہ قرار دیا گیا کہ فوری سماعت کی سماعت کے حق کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ یہ نوٹ کیا گیا کہ صرف اس وجہ سے کہ پورے بھارت میں پھیلے ہوئے تقریباً 100 گواہوں سے پوچھ گچھ کی جانی تھی، یہ تاخیر کا جواز پیش کرنے والی متعلقہ بنیاد نہیں ہو سکتی۔ مبینہ جرم کے لیے

زیادہ سے زیادہ سزا 3 سال ہے اور جواب دہندہ نمبر 1 تقریباً 12 سال تک قانونی چارہ جوئی کا سامنا کرنے کی اذیت کے علاوہ تقریباً 2 سال کی تحویل کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

فاضل سالیسیٹر جنرل جناب ہریش این سالوے نے کہا کہ عدالت عالیہ کا نقطہ نظر واضح طور پر غلط ہے۔ یہ عالمگیر اطلاق کا قاعدہ نہیں کہا جا سکتا کہ جب بھی تاخیر ہو، اس کا جو بھی جواز ہو، کارروائی کو کالعدم قرار دیا جائے۔ مزید برآں عدالت عالیہ کے سامنے اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے کوئی مواد موجود نہیں تھا کہ زیادہ سے زیادہ سزا 3 سال ہے نہ کہ 15 سال۔ یہ جواب دہندہ نمبر 1 کا معاملہ نہیں تھا۔ عدالت عالیہ کے سامنے کہ اس کا مقدمہ سیکرٹ ایکٹ کی دفعہ 5 کی ذیلی دفعہ (3) کے تحت آئے گا۔ کسی بھی صورت میں جو مقدمے کی سماعت کا معاملہ تھا اس کا تعین ان مواد پر غور کرنے پر کیا جانا چاہیے جو پیش کیے جانے ہیں۔

جواب دہندہ کے سینئر وکیل، مسٹر کے راما مورتی نے کہا کہ تیزی سے فوری سماعت کا حق آئین ہند، 1950 (مختصر طور پر 'آئین') کے آرٹیکل 21 میں شامل ہے اور اس لیے، عدالت عالیہ نے کارروائی کو کالعدم قرار دینے کی ہدایت دینے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ ان کے مطابق، عدالت عالیہ کے سامنے خاص طور پر استدعا کی گئی تھی کہ مبینہ جرم کو سیکرٹ ایکٹ کی دفعہ 5 کی ذیلی دفعہ (3) کے تحت کیسے شامل کیا گیا۔

حال ہی میں پی رام چندر راؤ بنام ریاست کرناٹک، جے ٹی (2002) 4 ایس سی 92 میں اس عدالت کی 7 ججوں کی بنچ نے درج ذیل قرار دیا:

" کسی بھی شخص کو اس کی زندگی یا اس کی شخصی آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے اس کے کہ قانون کے ذریعہ قائم کردہ طریقہ کار کے مطابق آئین کے آرٹیکل 21 کا اعلان کیا جائے۔ "زندگی اور آزادی'، آئین کے بانیوں کی طرف سے آرٹیکل 21 کی تشکیل میں استعمال ہونے والے الفاظ، کو لغتوں کے ذریعے ڈراؤنے انداز میں مقرر کردہ معنی میں مختصر طور پر نہیں پڑھا جانا چاہیے؛ وہ بامعنی طور پر سمجھنے کے لیے نامیاتی اصطلاحات ہیں۔ اس کی تشریح کا آغاز کرتے ہوئے، تمہید کے دل کی دھڑکن کو محسوس کرتے ہوئے، ریاستی حکمت عملی کے ہدایت کے اصولوں سے طاقت حاصل کرتے ہوئے اور اپنی آئینی ذمہ داری کو زندہ رکھتے ہوئے، عدالتوں نے آرٹیکل 21 کو اپنے بازوؤں کو زیادہ سے زیادہ وسیع کرنے کی اجازت دی ہے۔ فوجداری قانون میں کسی شخص کو جس ذہنی اذیت، خرچ اور دباؤ سے گزرنا پڑتا ہے اور جس کے نتیجے میں تاخیر کے ساتھ ملزم کی اپنا دفاع کرنے کی صلاحیت یا صلاحیت کو نقصان پہنچ سکتا ہے، اس نے ملک کی آئینی عدالتوں کو آرٹیکل 21 میں درج منصفانہ، منصفانہ اور معقول طریقہ کار کا اظہار کرتے ہوئے تیزی سے فوری سماعت کے حق کو برقرار رکھنے پر آمادہ کیا ہے۔ تیز رفتار مقدمے کی سماعت، ایک بار پھر، اس کے تمام مراحل بشمول تفتیش، مقدمے کی سماعت، اپیل، نظر ثانی اور مختصر طور پر دوبارہ مقدمے کی سماعت کو اپنے دائرہ کار میں شامل کرے گی، ہر چیز جس کا آغاز ایک الزام سے ہوتا ہے اور حتمی فیصلہ کے ساتھ ختم ہوتا ہے، دونوں بالترتیب اس سفر کا اختتام اور اختتام ہوتے ہیں جو ایک ملزم کو لازمی طور پر ایک بار اس کے مضمرات کا سامنا کرنے کے بعد کرنا پڑتا ہے۔ فوری سماعت کی سماعت کے حق کے طور پر پیش کیا گیا آئینی فلسفہ اگرچہ تقریباً ڈھائی دہائیوں کی عمر میں بڑھ گیا ہے، لیکن جس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ ابھی بہت دور ہے۔ استغاثہ کرنے والی ایجنسیوں اور ایگزیکٹو کی جانب سے کارروائی کرنے میں ناکامی کی وجہ سے ملزم افراد کو اس طرح

کے بنیادی حق سے انکار کرنے کی گواہی دینے والے بے شمار حقائق اور آئین کے آرٹیکل 21 کے مینڈیٹ کو پورا کرنے کے لیے تیزی سے اور فوری سماعت کو حاصل کرنے میں ان کی تقریبا آنکھیں بند کرنے نے اس عدالت کو ایسے حل وضع کرنے پر آمادہ کیا ہے جو تقریبا نافذ کرنے کی حد تک جاتے ہیں، عدالتی فیصلہ کے ذریعے جس سے آگے مقدمے کی سماعت آگے نہیں بڑھے گی اور قانون کا بازو اپنی گرفت کھو دے گا۔ کسی ملزم کے فوری سماعت کی سماعت کے حق کے تحفظ کے لیے اپنے جوش میں، کیا عدالت اس طرح کی حدود وضع کرسکتی ہے اور تقریبا نافذ کرسکتی ہے حالانکہ مقنّنہ اور قوانین نے ایسا کرنے کا انتخاب نہیں کیا ہے، یہ دور رس مضمرات کا سوال ہے جس کی وجہ سے سات ججوں پر مشتمل اس بنچ کی تشکیل ہوئی ہے۔"

یہ فیصلہ دیا گیا کہ دو" کامن کاز" مقدمات اور راج دیو شرما بنام ریاست بہار، جے ٹی (1998) 7 ایس سی 1 اور راج دیو شرما (II) بنام ریاست بہار، جے ٹی (1999) 7 ایس سی 317 میں فیصلے کچھ پہلوؤں پر صحیح طریقے سے طے نہیں کیے گئے تھے۔ یہ نہ تو مناسب ہے اور نہ ہی قابل عمل، اور نہ ہی عدالتی طور پر جائز ہے یا تمام فوجداری کارروائیوں کے اختتام کے لیے کوئی بیرونی حد طے یا تجویز کرتا ہے۔ مذکورہ چار مقدمات میں کئی سمتوں میں مقرر کردہ وقت کی حدود یا حدود کو اس طرح مقرر یا تیار نہیں کیا جا سکتا تھا اور اس لیے یہ اچھا قانون نہیں ہیں۔ فوجداری عدالتیں فوجداری کارروائیوں کے مقدمے کو محض وقت گزرنے کی وجہ سے ختم کرنے کی پابند نہیں ہیں، جیسا کہ مذکورہ بالا مقدمات میں دی گئی ہدایات کے مطابق ہے۔

جیسا کہ پی رام چندر راؤ کے معاملے (اوپر) میں مشاہدہ کیا گیا تھا، ان فیصلوں میں مقرر کردہ زیادہ سے زیادہ ادوار کو عدالتیں مقدمے کی سماعت یا کارروائی کے سلسلے میں یاد دہانی کے طور پر کام کرنے کے لیے لے سکتی ہیں جب انہیں اپنے عدالتی ذہن پر ان کے سامنے مقدمے کے حقائق اور حالات پر لاگو کرنے کے لیے راضی کیا جا سکتا ہے اور کئی متعلقہ عوامل کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا تعین کیا جا سکتا ہے جیسا کہ اے آر انتولے کے معاملے (اوپر) میں بتایا گیا ہے اور یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ آیا مقدمے کی سماعت یا کارروائی میں اتنی بے حد تاخیر ہوئی ہے کہ اسے جابرانہ اور غیر ضروری کہا جا سکتا ہے۔ اس طرح کی وقت کی حدود کو کوئی بھی عدالت مزید مقدمے کی سماعت یا کارروائی کے لیے رکاوٹ کے طور پر نہیں لے سکتی اور نہ ہی اسے عدالت کو لازمی طور پر اسے ختم کرنے اور ملزم کو بری کرنے یا فارغ کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

تاخیر کے سوال پر غور کرتے ہوئے عدالت کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ آیا توسیع ملزم کی طرف سے اپنائے گئے کسی تاخیر کے ہتھکنڈوں اور دیگر متعلقہ پہلوؤں کی وجہ سے تھی جس نے تاخیر میں حصہ لیا۔ جانچ پڑتال شدہ گواہوں کی تعداد، نمائش کے لیے ممکنہ دستاویزات کا حجم، جرم کی نوعیت اور پیچیدگی جس کی تحقیقات یا عدالتی فیصلہ زیر سماعت ہے، کچھ متعلقہ عوامل ہیں۔ ایسے معاملات میں عالمگیر اطلاق کا کوئی تجرباتی فارمولا نہیں ہوسکتا۔ ہر مقدمے کا فیصلہ اس کے اپنے پس منظر اور اگر کوئی ہو تو خصوصی خصوصیات میں کیا جانا چاہیے۔ کوئی عمومی کاری ممکن نہیں ہے اور اسے کیا جانا چاہیے۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی ہوگی کہ فوجداری عدالتیں فوری فوری سماعت کے حق کو نافذ کرنے کے لیے دفعات 309، 311 اور 258 کے تحت دستیاب اختیارات کا استعمال کرتی ہیں۔

عدالت عالیہ نے کارروائی کو کالعدم قرار دیتے ہوئے ان پہلوؤں پر غور نہیں کیا ہے۔ اس لحاظ سے چیلنج کے تحت

فیصلے کو خراب کیا جاتا ہے۔ مزید برآں مقدمے پر لاگو مناسب توضیع بارے میں سوال پر غور کرتے ہوئے عدالت زیادہ سے زیادہ سزا کے بارے میں ایک قطعی نتیجے پر پہنچی ہے۔ عام طور پر، ان پہلوؤں کا فیصلہ ٹرائل کورٹ پر چھوڑنا ہوتا ہے۔ اس معاملے میں ہم دیکھتے ہیں کہ عدالت عالیہ کسی خاص توضیع اطلاق کے بارے میں اس نتیجے پر پہنچی ہے۔ مسٹر راما موورتی نے صحیح طور پر پیش کیا ہے کہ عدالت، کسی دیئے گئے معاملے میں، جہاں حقائق کے پہلو اور قابل اطلاق قانون واضح ہیں، حقائق پر لاگو ہونے والی توضیع بارے میں نتیجے پر پہنچ سکتی ہے۔ لیکن اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے حقیقت پسندانہ موقف یہ ہونا چاہیے: حقیقت پسندانہ منظر نامے پر کسی خاص توضیع اطلاق کے بارے میں واضح اور کوئی شک موجود ہونا چاہیے۔ کسی توضیع اطلاق کے سوال میں جاتے وقت جرم کی پیچیدہ نوعیت عدالتوں کے لیے رکاوٹ ہونی چاہیے۔

تاہم، اس نتیجے کے پیش نظر کہ عدالت عالیہ کے حکم کو کالعدم توضیع دیا جانا ہے، ہم اس سوال پر اپنی توجہ دینا ضروری نہیں سمجھتے کہ کیس کے حقائق پر کون سی شق لاگو ہوتی ہے۔

اس کے مطابق عدالت عالیہ کا فیصلہ کالعدم قرار دیا جاتا ہے اور معاملہ واپس عدالت عالیہ کو بھیج دیا جاتا ہے: عدالت عالیہ معاملے کی نئے سرے سے سماعت کرے گی، فریقین کو ایسے مواد پیش کرنے کی اجازت دے گی جو اس کے مطابق اس کے سامنے تنازعہ کے تعین کے مقصد سے متعلقہ ہوں گے، اور قانون کے مطابق نیا فیصلہ لیں گے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، ہم مقدمے کی خوبیوں پر کوئی رائے ظاہر نہیں کر رہے ہیں۔

اپیل کی اجازت اوپر بیان کردہ حد تک دی جاتی ہے۔

کے۔کے۔ٹی۔

اپیل منظور کی جاتی ہے۔

Sheikh Javiad Alam
2025.06.04 16:22
I am the author of this document